حدیث وسنت کی تشریعی حیثیت اور فکر فراہی

مسز منزہ مصدق*

قرآن حکیم انواع واقسام کے غایات و مقاصد پر مشتمل ہے۔جن کے لئے انبیاء کو مبعوث کیا گیا، اس میں احکام و شرائع بھی ہیں، ترغیب وترہیب بھی اور قصص وتوحید بھی ۔قرآن فہمی کی ضرورت واہمیت کے پیش نظر صحابہ کرام آنحضورﷺ کی توضیحات وتصریحات کے محتاج تھے۔قرآن کریم کا فہم وادراک آنحضورﷺ کی تشریح وتعبیر کے بغیر ممکن نہیں۔اس طرح قرآن حکیم کی آیات احکام کا مقصد بھی آپ کی جانب رجوع کئے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا۔

حدیث وسنت مصدر تشریع ہے:

حدیث کی عملی اور قولی حیثیت سے علماء نے ایک دو نہیں بہت سے دائمی تشریعی احکام ثابت کئے ہیں۔اور قرآن پاک کی تفسیر و بیان کے سلسلہ میں اس سے انہوں نے تخصیص عام، تقیید مطلق اور تفصیل اجمال وغیرہ کا کام لیا ہے۔ اوراس بارے میں انہوں نے قرآن پاک سے ہی استشہاد کیا ہے۔مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱) "مَاَ آتَاکُمُ الرَّسُولَ فَخُذُوہُ وَمَا نَهَاکُم عَنه' فَانتَهُوا." (۱)

''تو رسولﷺ جو کچھ تمہیں دیں لے لیا کرو اور جس چیز سے تمہیں روک دیں رک جایا کرو۔''

۲) "مَن یُطِعِ الرَّسُولَ فَقَد اَطَاعَ اللّٰه." (۲)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

۳) "فَاِن تَنَازَعتُم فِی شَیئی فَرُدُوہ' اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُولِ اُولِی الاَمرِ مِنکُم." (۳)

''پھر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹایا اور ان لوگوں کی طرف جو تم میں صاحب امر ہیں۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ جس طرح قرآن ماخذ قانون ہے اسی طرح سنت بھی ماخذ قانون ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی اسلوب کو اپنایا۔ چنانچہ جس وقت رسول اللہﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کیا۔تو آپ کو سنت ہی سے بحیثیت مصدر تشریعی کام لینے کی ہدایت کی۔ (۴)

حدیث وسنت کے مصدر تشریع ہونے میں مخالفین کا شبہ:

علماء کی ایک جماعت نے سنت کو تشریعی مصدر ماننے سے انکار کیا ہے۔ ان کے خیال میں قرآن مجید اپنے

* اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، میر پور یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، میر پور آزاد کشمیر

مختلف دلائل، متعدد اشارات اور مسلمانوں کے تعامل تواتر کے باعث احکام الٰہی کے بیان وتشریع کے لیے بالکل کافی ہے۔ اور جو کچھ احادیث میں منقول ومروی ہے۔ وہ امام المسلمین کی حیثیت سے آنحضور ﷺ کی طرف سے صادر ہوا اور اس میں ظن وتخمین کو دخل ہے۔

حدیث سنت کے مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر حدیث کو اصل واساس کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہوتا تو حدیث کو اختلافات کی آماجگاہ بنا کر نہ چھوڑ دیا جاتا۔ بہرحال ان اختلافات کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ علماء کی ایک جماعت نے بہت سی مروی احادیث کو فقہی اعتبار سے ناقابل اعتماد قرار دیتے ہوئے نظر انداز کر دیا غرض اس نوع کے بعض دلائل کی بناء پر علماء کے اس طبقہ نے اصول تشریع کے اعتبار سے مروی احادیث کو پایہ استناد سے گرا دیا۔ ان کی رائے میں ایسی قولی فعلی اور تقریری احادیث جس پر بالتواتر عمل نہیں ہو۔ بشرط صحت واتصال روایت بہ تقاضائے مصلحت تغیر پذیر اجتہاد کے لئے مناسب ہے لیکن دائمی تبلیغ اور شرع عام ہونے کے لیے نہیں۔

اس بارے میں مولانا فراہی صاحبؒ کا مسلک یہ ہے وہ لکھتے ہیں :-

''قرآن کو سمجھے بغیر اگر آپ حدیث کی طرف رجوع کریں جب کہ اس میں صحیح وسقیم دونوں طرح کی روایات ملی ہوتی ہیں۔ تو دل میں کوئی ایسی بات بیٹھ جاتی ہے جس کی قرآن میں کوئی اصل نہیں ہوتی۔ اور کبھی کبھی وہ قرآن کی ہدایت کے مخالف بھی ہوتی ہے۔ اس طرح آپ تاویل قرآن میں کسی سقیم حدیث پر اعتماد کر لیتے ہیں۔ اور حق باطل کے ساتھ گڈ مڈ ہو جاتا ہے۔ سیدھی راہ یہ ہے کہ آپ قرآن سے ہدایت حاصل کریں اور اس پر اپنے دین کی بنیاد رکھیں۔ (۵)

پس معلوم ہوا کہ فراہی صاحبؒ کے نزدیک سنت غیر متواتر قابل تشریع نہیں۔ کیونکہ یہ فروع میں سے ہے۔

فراہی صاحبؒ کے اس خیال کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ عہد رسول سے لے کر آج تک مسلمان فروعی امور میں سنت وحدیث سے روشنی حاصل کرتے رہے ہیں۔ اور سنت غیر متواترہ بھی ہر دور اور ہر عہد میں حجت وسند رہی ہے۔ تو آج بھی صحیح احادیث خواہ وہ قولی ہوں یا غیر قولی ان میں احکام سے استدلال قطعاً درست اور صحیح ہے۔ البتہ علماء سنت کے منجملہ مصادر تشریع تسلیم کرنے کے باوجود قرآن کے مقابلے میں اسے دوسرے درجہ پر رکھا ہے۔ لیکن خیال رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک حدیث فروع کے درجہ میں نہیں۔

حدیث وسنت کی تشریعی حیثیت :

احادیث کی تین اقسام ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

1) وہ احادیث جو قرآنی احکام کی مویدؔ اا اور اجمال کی تفصیل میں ان کے موافق ہوں۔ مثلاً قرآنی حکیم سے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کی فرضیت معلوم ہوتی ہے مگر ان کی شرائط وارکان اور احکام کی تفصیلات احادیث سے ملتی ہیں۔

2) دوسری قسم کی وہ احادیث ہیں۔ جو قرآنی احکام کی وضاحت کرتی ہیں۔ قرآن کے مطلق احکام کی تقلید، مجمل کی تفصیل اور عام احکام کی تخصیص کرتی ہیں۔

3) تیسری قسم کی وہ احادیث ہیں جو ایسے احکام پر دلالت کرتی ہیں جن میں قرآن خاموش ہے۔ تیسری قسم علماء کے درمیان اختلافی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث سے احکام کا اثبات کیونکر ہوتا ہے۔ کیا یہ احادیث جدید احکام کی مثبت ہیں۔ یا یہ احادیث نصوص قرآن کے تحت داخل ہیں۔ بخلاف ازیں نوعیت اختلاف یہ ہے کہ آیا احادیث مستقل ماخذ تشریع ہیں۔ یا نصوص قرآن کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے احکام کا اثبات کرتی ہیں۔

اس بارے میں مصطفیٰ سباعی نے بڑی بحث کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

''امام شافعیؒ وعلماء کا وہ گروہ، جو حدیث کو مستقل ماخذ تشریع قرار دیتا ہے۔ ان کے نزدیک آنحضورﷺ معصوم عن الخطاء تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دے سکتے ہیں کہ وہ لوگوں تک اس کے احکام پہنچا دیں۔ خواہ وہ کتاب میں مذکور ہوں یا نہ ہوں۔ آنحضورﷺ کے فرمودہ اوامر ونواہی کی اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے جہاں جہاں اطاعت رسول کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے وہاں اطاعت خداوندی سے وہ اوامر ونواہی مراد ہیں جو آنحضورﷺ نے صادر فرمائے اور قرآن میں نہیں پائے جاتے۔ اور یہ کہ آنحضورﷺ کے تمام اوامر ونواہی قرآن کریم کے بیان کردہ احکام کے زمرہ میں شامل ہیں۔ شریعت دو مصادر سے ماخوذ ہے کتاب وسنت، ظاہر ہے حدیث میں وہ احکام بھی ہوتے ہیں جو قرآن میں نہیں اور حدیث میں بیان کردہ احکام بھی اسی طرح واجب التعمیل ہیں جیسے قرآنی احکام۔ حدیث معاذ بھی بطور دلیل کے پیش کی جاتی ہے کہ سنت ماخذ تشریع ہے۔ (۶) جن علماء کے نزدیک حدیث نبوی مستقل ماخذ تشریع نہیں۔ وہ امام شاطبی (۷) کے قول کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ سنت راجع الی الکتاب ہے۔ اس کے مشکلات کی توضیح اور اس کے مختصرات کو کھول کر بیان کرتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سنت قرآن کی تشریع وتوضیح پر مبنی ہے۔''

بحث کو سمیٹتے ہوئے مصطفیٰ سباعی یہ نتیجہ نکالتے ہیں:

''دونوں کے نزدیک حدیث میں ایسے احکام مذکور ہوتے ہیں جو قرآن میں صراحتاً مذکور نہیں۔ پہلا فریق کہتا ہے کہ مستقل ماخذ تشریع ہونے کا مطلب یہی ہے کہ حدیث سے ایسے احکام کا اثبات ہوتا ہے کہ جو قرآن میں مذکور نہیں ہوتے۔ دوسرا فریق تسلیم کرتا ہے کہ اگرچہ ایسے احکام صراحتاً اور عبارۃً قرآن میں مذکور نہیں تاہم وہ کسی نہ کسی طرح نصوص قرآن کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ بناء بریں وہ کہتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث سے کوئی ایسا حکم ثابت نہیں ہوتا جو قرآن میں وارد نہ ہو۔ بخلاف ازیں وہ کسی نص یا قاعدہ کے تحت ضرور داخل ہوتا ہے۔ اگر کوئی حدیث ایسی مل جائے جو اس کے مطابق نہ ہو تو وہ ضعیف اور ناقابل احتجاج ہوگی۔ فریقین کے مابین اس مسئلہ میں نزاع لفظی پایا جاتا ہے۔ دونوں فریق اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث میں بعض ایسے احکام بیان کئے

جاتے ہیں۔ جو قرآن میں مذکور نہیں ہوتے دونوں میں ایک فریق اس کا نام استقلال رکھتا ہے۔ اور دوسرا اس کو مستقل ماخذ تصور نہیں کرتا۔ نتیجہ دونوں کا یکساں ہے" (۸)

اس طرح یہ بات سامنے آئی کہ حدیث دین میں ماخذ قانون کی حیثیت رکھتی ہے اس نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں :-

"یہی محمدی تعلیم وہ بالاتر قانون ہے جو حاکم اعلی یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی کی نمائندگی کرتا ہے۔ اور یہ قانون محمد ﷺ ہم کو دو شکلوں میں ملا۔ ایک قانون جو لفظ بہ لفظ خداوند عالم کے احکام وہدایات پر مشتمل ہے۔ دوسرے محمد ﷺ کا اسوۂ حسنہ یا آپ کی سنت جو قرآن کے منشاء کی توضیح وتشریح کرتی ہے۔ محمد ﷺ محض خدا کے نامہ بر نہیں تھے کہ اس کتاب کے پہنچا دینے کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا...... آنحضرت ﷺ کا یہ پورا کام جو اکیس سال کی پیغمبرانہ زندگی میں آپ نے انجام دیا سنت ہے۔ جو قرآن کے ساتھ مل کر حاکم اعلی کے قانون برتر کی تشکیل وتکمیل کرتا ہے۔ اور اس قانون برتر کا نام اسلامی شریعت ہے"۔ (۹)

پس معلوم ہوا جمہور کے نزدیک سنت کی تشریعی حیثیت ہے۔ اس وضاحت کے بعد اب ہم اس کے بارے میں فراہی صاحبؒ کا نقطۂ نظر بیان کیا جاتا ہے۔

سنت وحدیث کی تشریعی حیثیت اور فکر فراہی :

کتاب احکام الاصول (۱۰) میں مولانا فراہی رسول ﷺ کی سنت کی تشریعی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو شریعت کی تعلیم کے لیے مبعوث فرمایا تو حکمت اور اسرار شریعت کی تعلیم بھی آپ کے فرائض منصبی میں داخل کر دی تا کہ امت اجتہاد کے قابل ہو سکے اور اپنی عقلوں کو استعمال کرنا سیکھے اور ظاہری اور باطنی دلائل سے استدلال کر سکے۔ پس حضور ﷺ ہمارے لئے کتاب اللہ کی تبیین کرتے تھے۔ تا کہ ہم پر قرآن کے اشارات پر تفکر وتدبر کا منہاج واضح ہو" (۱۱)

احکام الاصول میں انہوں نے نبی کی روح کا سرچشمہ اس خاص نور وحکمت کو قرار دیا جس کا حوالہ سورۃ شوریٰ میں آیا ہے۔

"وَكَذٰلِكَ اَوحَينَا اِلَيكَ رُوحًامِّن اَمرِنَا مَا كُنتَ تَدرِى مَاالكِتٰبُ وَلَاالاِيمَانُ وَلٰكِن جَعلنَاه' نُوراً نَهدِى بِه مَن نَشَآءُ مِن عِبَادِنَا وَ اِنَّكَ لَتَهدِى اِلَى صِرَاطٍ مُّستَقِيم." (۱۲)

"اور اس طرح وحی کی ہم نے طرف تیری روح کو حکم اپنے سے نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان لیکن کیا ہم نے اس کو نور ہدایت کرتے ہیں ہم ساتھ اس کے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے تو ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ کی طرف۔"

لکھتے ہیں:-

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جہت مکنون کی طرف راہنمائی فرمائی تھی۔ اس نے اس روح سے نبی کے قلب کو زندگی بخشی اور اس نور کی ہدایت دے کر آپ کو وہ علم بخشا جو آپ کو پہلے حاصل نہ تھا۔ اس لیے آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اس کو سنت کی مستقل بنیاد سمجھا جائے گا۔ (۱۳)

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا فراہی کے نزدیک رسول ﷺ کا منصب قرآن حکیم کی تبیین تھا۔ اس منصب کا تقاضا یہ تھا کہ آپ اپنی روح بیدار اور اس نور وحکمت کے باعث' جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی قرآن کے احکام کے علاوہ اپنے طور پر بھی احکام دے سکتے تھے۔ اور ان کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو وحی کے احکام کی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر الطاف اعظمی فراہی صاحبؒ کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''رہے وہ احکام رسول ﷺ جو قرآن مجید کی فہرست احکام میں داخل نہیں ہیں تو اس نوع کے احکام بلا شبہ ماخذ قانون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بشرط کہ وہ قرآن مجید کی کسی نص صریح سے متعارض نہ ہوں۔ اس نوع کے تمام احکام دراصل اجتہادات رسول ﷺ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اجتہادات بھی قرآن مجید کے کسی نہ کسی اصولی حکم سے مستنبط ہیں۔ خواہ وجوہ استنباط معلوم نہ ہو'' (۱۴)

لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جملہ احکام رسول ﷺ کو فراہی صاحبؒ کے نزدیک علیحدہ ماخذ قانون کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف جتنے احکام منسوب کئے جاتے ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر قرآن مجید کے کسی نہ کسی اصول وکلیہ کی شرح ووضاحت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اس ان کی حیثیت توضیحی احکام کی ہے۔

اس بات کو امین احسن اصلاحی یوں بیان کرتے ہیں:-

''یعنی دین کے متعلق جو احکام وآداب ہمیں سیکھنے چاہئیں وہ سب آپ نے اپنی عملی زندگی سے ہمیں بتائے اور سکھائے۔'' (۱۵)

یہاں اصلاحی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ دین کے متعلق جو احکام وآداب ہمیں سیکھنے چاہئیں وہ سب نے اپنی عملی زندگی میں بتائے کیونکہ حقیقت یہ ہے آپ زندگی کے ہر شعبے اور ہر گوشے میں ہمارے لئے مکمل نمونہ ہیں۔

وہ افعال جن کا تعلق شریعت کے واجبات سے ہے جن کی پیروی ضروری ہے جن کی اتباع کا قرآن نے حکم دیا ہے۔ رسول ﷺ کے تمام افعال کسی نہ کسی حوالے سے دینی وتشریعی اہمیت رکھتے ہیں۔ سنت کے بطور نمونہ ہونے میں دین ودنیا کے معاملات میں تفریق کا کوئی شعور موجود نہیں۔ باقی یہ کہ جملہ احکام رسول ﷺ کو ماخذ قانون کی حیثیت حاصل نہیں غلط ہے کیونکہ آپ کے توضیحی احکام سے عام کو خاص اور مطلق کو مقید کیا جاتا ہے۔ اور مسائل کا استنباط کیا

جاتا ہے۔مثلاً قرآن مجید میں فرمایا۔

"وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ." (۱۶)

''جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام ٹھہرایا وہ اس کو حرام نہیں ٹھہراتے۔''

اس آیت میں تحریم کی نسبت اللہ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کی طرف بھی کی گئی ہے جس سے واضح ہوا کہ رسول ﷺ بھی تحریم کا اختیار رکھتے ہیں۔پس معلوم ہوا جی وہ احکام جن کے بارے میں قرآن نفیاً یا اثباتاً خاموش ہیں۔اور حدیث میں ان کے بارے میں کوئی حکم معلوم ہوتا ہے تو اس کی حیثیت ماخذ قانون کی ہے۔

پس یہ بھی معلوم ہوا کہ ارشادات نبویہ کو دین وشریعت کی بنیاد ماننے اور سنت کی تشریعی حیثیت کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا فراہی روایات حدیث کو یہ حیثیت دینے کو تیار نہیں کیونکہ ان کے نزدیک روایت میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔اور اس طرح اس میں وہم وظن کو دخل ہوتا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک محدثین کو روایات کے پرکھنے کے اصول وضع کرنے پڑے۔

اگر روایت حدیث میں ظن وشبہ کو دخل نہ ہوتا تو ان علوم فنون میں سے کسی کی ضرورت نہ ہوتی (۱۷)

سنت وحدیث کی تشریعی حیثیت کے بیان کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احکام کی احادیث کی وضاحت کر دی جائے۔جو فراہی صاحبؒ کے نزدیک ماخذ قانون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

احکام کی احادیث:

سورہ نساء کی آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"اِنَّا اَنزَلنَا اِلَیکَ الکِتٰبَ بِالحَقِّ لِتَحکُمَ بَینَ النَّاسِ بِمَا اَرَاءکَ." (۱۸)

(نازل کی ہم نے تیری طرف کتاب ساتھ حق کے نہ تو حکم کرے لوگوں کے درمیان ساتھ اس چیز کے کہ دکھلاتا ہے تجھ کو اللہ تعالیٰ)

سورۂ نساء کی اس آیت کی روشنی میں مولانا فراہی صاحبؒ کا نقطہ نظر یہ ھے کہ قرآن مجید میں جس معاملہ میں کوئی حکم موجود ہوتا جس پر نبی اکرم ﷺ مامور تھے۔اس کی روشنی میں فیصلہ سناتے یہ جائز نہ تھا۔کہ آپ کتاب اللہ کی راہنمائی کے بغیر کوئی فیصلہ صادر کریں۔چنانچہ احکام کی بہت سی حدیثیں آیات قرآنی سے ماخوذ ومستنبط ہیں۔وہ قرآن پر اضافہ نہیں کرتیں۔بلکہ کسی ایسے گہرے معاملہ کی تصریح کر دیتی ہیں۔جو اگرچہ قرآن کی آیت میں موجود تھا۔لیکن تدبر نہ کرنے والے سے مخفی رہ سکتا تھا لکھتے ہیں:۔

کم من آیات القرآن ان تدبرت فیھا و فھمت معناھا وجدت من الاحادیث ماجاء موافقالہ فالحدیث لم یزد شیا علی القرآن ولکن صرح من الآیۃ امرّاغا مضاً یکا د یخفی علی من لا یتدبرّ (۱۹)

''قرآن مجید کی بہت سی آیات ایسی ہیں ۔ کہ اگر تم ان پر تدبر کرو۔ اور ان کے معنی سمجھو تو ان میں اور اس بارہ میں وارد آیات میں تم کو موافقت ملے گی ۔ پس حدیث سے قرآن پر کچھ اضافہ نہیں ہوتا ۔ بلکہ اس آیت کے کسی مخفی پہلو کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جو تدبر نہ کرنے والے سے بالعموم مخفی رہ جاتا ہے۔''

مولانا پورے اطمینان سے لکھتے ہیں کہ:

''مجھے احکام کی بیشتر احادیث کی بنیادیں قرآن میں تلاش کرنے میں کامیابی ہوئی ہے۔''

اس کی مزید وضاحت وہ یوں کرتے ہیں:-

''کہ بسا اوقات حضور ﷺ خود اس بات کی وضاحت کر دیا کرتے تھے کہ میرا یہ حکم فلاں آیت سے ماخوذ ہے ۔ اور جہاں آپ نے اس طرح کی وضاحت نہیں فرمائی وہاں غور و تدبر سے معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ نے کن آیات کی روشنی میں کوئی حکم دیا ہے'' (۲۰)

فراہی صاحبؒ کے نزدیک احکام کی احادیث کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو آیات قرآنی سے ماخوذ ہیں۔

رؤیت باری تعالیٰ -وہ حدیث جس میں رویت باری تعالیٰ کی خبر دی گئی ہے۔

قال فیرفع الحجاب فینظرون الی وجه الله تعالیٰ (۲۱)

فرمایا پردے اٹھ جائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھیں گے کہ آخرت میں مومنین کو خداوند تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا''

قرآن کی آیت ''كَلَّآ اِنَّهُم عَن رَّبِّهِم يَؤمَئِذٍ لَّمَحجُوبُونَ۔'' (۲۲)

(ہرگز نہیں وہ اس دن سے اپنے رب سے حجاب میں ہونگے) سے مستنبط ہے:-

حدیث لا وصیۃ لوارث:

اس حدیث کے بارے میں فراہی صاحبؒ لکھتے ہیں:-

''قد علمنا أن الله اعلم واحكم وصية أقدم ، فلا بدأن تكون هذه وصية الميت لغيره و ارثيه من الخيرات ثم ترى النبي عليه الصلوات صرح بذلک . الا لا وصية لوارث '' (۲۳)

''یہ بات ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کی وصیت کو مقدم ہونا چاہیے پس لازم ہوگا کہ میت کی یہ وصیت خیرات کی نوعیت کی اس کے وارثوں کے علاوہ لوگوں کے حق میں ہو۔ تم دیکھو گے کہ آنحضور ﷺ نے اس بات کی تصریح یہ کہہ کر فرما دی ۔''الا لا وصیۃ لوارث''۔

سورہ النساء/ (۱۷۶) آیت یہ ہے کہ جس میں وارثوں کے حصے بیان کر دئے گئے ہیں۔ اور اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ۔''تِلکَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقرَبُوهَا۔'' (۲۴) ۔ اس آیت سے احکام میراث سے ہر قسم کی کمی بیشی کی نفی

ہوتی ہے۔

مقدار وصیت :

حدیث لا وصیة فی اکثر من ثلث والثلث اکثر (۲۵)

''ایک تہائی سے زیادہ مال میں وصیت نہیں'' اس تقسیم سے مستنبط ہے، جو اللہ تعالیٰ نے میت کے ترکہ کے سلسلہ میں بیان فرمائی۔ چونکہ وصیت کا ذکر قرآن نے کر دیا لیکن اس کی مقدار قرآن نے مخصوص نہیں تھی۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اسے حرام قرار نہیں دیا بلکہ مال کے ایک تہائی حصے تک محدود کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ احکام وراثت کے مقصود کا تحفظ ہو جائے۔ البتہ یہ حدیث' وصیت کا عام حکم نہیں دیتی بلکہ اس کا حکم خاص شخص کیلئے جس کے قرض کی مقدار کا ہمیں علم نہیں۔ اس حدیث کو عام رکھنے میں ایک مصلحت بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ جب وصیت جائز ہے تو وارثوں کے ورثہ پانے میں دو موانع ہیں ایک قرض اور دوسرا وصیت۔

والدہ کے حقوق:

قرآن مجید میں ایک سے زیادہ مقامات پر ماں اور باپ دونوں کا درجہ برابر رکھا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا:

''وَاِن جَاھَدٰکَ عَلٰی اَن تُشرِکَ بِی مَا لَیسَ لَکَ بِه عِلمٌ' فَلَا تُطِعْهُمَا.'' (۲۶)

''اگر وہ دونوں تیرے ساتھ اس بات پر جھگڑا کریں۔ کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی بات نہ ماننا۔''

یہ معلوم ہے کہ جھگڑا بیشتر باپ کی جانب سے ہوتا ہے جہاں تک احسان کا تعلق ہے اسے دونوں کیلئے برابر قرار دیتے ہوئے توحید کے معاملہ میں ان کی بات نہ ماننے کی تلقین کی۔ اس کے پہلو بہ پہلو اس آیت میں۔

''حَمَلَتُه' اُمُّه' كُرهًا وَّ وَضَعَتهُ كُرها.''(۲۷)

''اس کی ماں نے اسے تکلیف سے اٹھائے رکھا۔ اور تکلیف سے ہی جنا۔''

یہاں گویا ماں کے ساتھ احسان کے وجوب کی دلیل فراہم فرمائی۔ اس موقع پر باپ کا ذکر ہی حذف کر دیا۔ ظاہر ہے کہ ایک چیز کو ذکر اور دوسری کو نظر انداز کر دینا برابر نہیں ہوسکتا۔ اس کے ساتھ ہی ہم حضور ﷺ کے اس ارشاد کی طرف بھی اشارات پاتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کس کے ساتھ احسان کا سلوک کرے آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ اس نے اپنا سوال دہرایا تو آپ نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا اپنے باپ کے ساتھ۔ (۲۸)

گویا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ حکم کہ ماں کا درجہ باپ سے تین گناہ زیادہ ہے قرآن سے ہی مستنبط ہے۔

نکاح میں پھوپھی و بھتیجی کو جمع کرنے کی ممانعت:

قرآن کریم میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت ہے ۔ یہ حکم حیاء اور صلہ رحم پر مبنی ہے۔ اور حیا حرمت کی اصل بنیاد ہے اسی بناء پر نبی اکرم ﷺ نے خالہ پھوپھی کو نکاح میں جمع کرنے سے روکا۔ اگر چہ یہ صراحت قرآن مجید میں بیان نہیں ہوئی مگر حکم کے عموم یا خصوص کے تحت داخل ہے۔ اور یہ حکم بھی مستقل قانون کا درجہ رکھتا ہے۔

پس ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ ایسے احکام کو سنت میں مستقل ماخذ قرار دیا جائے گا ۔ کیونکہ ہمیں اطاعت رسول ﷺ کا حکم دیا گیا ہے۔ اور فراہی صاحبؒ کے نزدیک احکام کی ایسی روایات جن کی بنیاد قرآن میں نہ ملتی ہو۔ اور نہ اس اضافہ کا قرآن متحمل ہوتا ہو۔ اور وہ قرآن کے نصوص کے خلاف ہو۔ تو ان کو ترک کرنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ ان کی نسبت نبی ﷺ کے ساتھ درست نہیں ان احکام کا ان کے نزدیک حقیقت میں کوئی وجود نہیں۔

احکام کی احادیث کے مستقل حجت ہونے کے بارے میں امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:-

''اس ذیل میں یہ حقیقت بھی ملحوظ رکھنی چاہیے جو احادیث احکام وقوانین بالفاظ دیگر سنت سے تعلق رکھنے والی ہیں۔ محدثین نے دوسری نوعیت کی احادیث کے بالمقابل ان کی زیادہ چھان بین کی اور فقہاء کا تو کہیے کہ موضوع بحث ہمیشہ احکامی احادیث ہی رہی ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے عقل ونقل اور روایت و درایت کی ہر کسوٹی پر ان کو اچھی طرح جانچا پرکھا''۔ (۲۹)

پس معلوم ہوا کہ فراہی صاحب کے نزدیک سنت متواترہ اور احکامی احادیث ہی قابل حجت ہے۔ اور باقی ذخیرہ حدیث کا قابل تشریع ہونا محل نزاع ہے۔ اس حوالے سے فراہی صاحبؒ کا مؤقف باقی ذخیرہ حدیث کے بارے میں نہ اقرار اور نہ ہی انکار کی پالیسی پر منتج ہوتا ہے۔ اور منکرین حدیث کیلئے چور دروازے کھولنے کا سبب بنتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الحشر/ ۷ ۔ ۲۔ النساء/ ۸۰

۳۔ النساء/ ۵۹

۴۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الاقضیہ، باب اجتہاد والرائی فی القضاء، ۴/ ۱۸، رقم حدیث، ۳۵۹۲

۵۔ فراہی، التکمیل فی اصول التاویل، ۶۵

۶۔ السباعی، السنۃ ومکانتھا، ۳۸۱، ۳۸۲

۷۔ شافعی، الرسالہ، ۹۳ ۔ ۸۔ السباعی، ۳۸۵

۹۔ مودودی، سنت کی آئینی حیثیت، ۲۱، ۲۲

۱۰۔ فراہی، احکام الاصول باحکام الرسول، مولانا کی یہ تصنیف ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ اس کتاب کو حاصل کرنے کے لیے متعدد خطوط لکھے گئے ہیں۔ لیکن جواب ندارد، پاکستان میں ان کی یہ غیر مطبوعہ کتاب بھی دستیاب نہیں۔ بامر مجبوری ان کی اس کتاب کے جو حوالہ جات مختلف مضامین میں مذکور ہیں ان کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

۱۱۔ فراہی، احکام الاصول باحکام الرسول، بحوالہ خالد مسعود، حدیث وسنت کی تحقیق کا فراہی منہاج، روداد سیمینار، مقالات فراہی، سرائے میر (حمیدیہ) اعظم گڑھ، ۲۲۵

۱۲۔ شوریٰ/ ۵۲

۱۳۔ فراہی، احکام الاصول، بحوالہ خالد مسعود، حدیث وسنت کی تحقیق کا فراہی منہاج، ۲۲۶

۱۴۔ توبہ/ ۲۹

۱۵۔ فراہی، تفسیر نظام القرآن، مقدمہ، ۴۰ ۔ ۱۶۔ النساء/ ۱۰۵

۱۷۔ فراہی، التکمیل فی اصول التاویل، ۶۵

۱۸۔ خالد مسعود، احکام رسول کا قرآن مجید سے استنباط، تدبر، سلسلہ نمبر ۱۳ فروری، ۱۹۸۵ء، ۱۴، ۱۵

۱۹۔ ولی الدین الخطیب العمری، مشکوۃ المصابیح، کتاب الفتن، باب رویۃ اللہ تعالیٰ، رقم حدیث، ۵۴۱۱، ۳/ ۹۶

۲۱۔ المطففین/ ۲۵ ۔ ۲۳۔ فراہی، التکمیل، ۶۵

۲۴۔ البقرہ/ ۱۸۷

۲۵۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوصایا، باب الوصیۃ بالثلث، رقم حدیث، ۲۸۲۴

۲۶۔ لقمان/ ۱۳ ۔ ۲۷۔ احقاف/ ۱۵

۲۸۔ مسلم، االجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والادب، باب 1، رقم حدیث

۲۹۔ اصلاحی، اسلامی قانون کی تدوین، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ۱۹۹۱، ۵۴